Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online) E-Mail:muloomi@iub.edu.pk
Vol.No: 31, Issue:02. (Jul-Dec 2024) Date of Publication: 27-11-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

نقضِ امن کے سماجی، معاشی اور قانونی محرکات واثرات اور تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں تدارک

Social, Economic, and Legal Motivations and Effects of Terrorism and Their Solutions in the Light of Prophetic Teachings

Dr. Ajmal Ali Mujaddidi
Research Scholar, Farid-e-Millat Research Institute, Minhaj University Lahore.
Email: ajmal.azad@gmail.com

Dr. Faiz ullah Baghdadi
Assoiate Professor, Minhaj University Lahore.
Email: fdar58@gmail.com

Abstract

The intensification of negative trends in human thought gives rise to elements such as narrow-mindedness, extremism, violence, and rebellion, which disrupt societal peace. This attitude of intolerance, narrow-mindedness, and extremism ultimately leads to the taking of each other's lives. This is what is called a breach of peace, or in other words, terrorism.Terrorism is the armed form of extremism, aiming to achieve its specific goals by creating fear and terror among the general public. The causes of terrorism include social injustice, societal evils, unfair distribution of wealth, poverty, lack of education and healthcare facilities, food shortages, unemployment, deprivation of other basic necessities of life, lack of national leadership, and linguistic, sectarian, and religious conflicts and riots.

Islam is a religion of peace, and the Prophet Muhammad ﷺ is the Prophet of Mercy. His exemplary character, his pronouncements, his treaties with various nations and tribes, and his sermons—in short, all these documents are the most comprehensive, universal, and enduring charters of peace and human rights. They transcend the temporal, political, and contemporary levels, providing humanity with a permanent and enduring foundation for peace, human rights, and the protection and respect of the law.Even today, if we are dreaming of combating terrorism on a global scale and establishing peaceful, welfare societies, we must seek guidance from the character of the Prophet of Peace ﷺ.

Keywords: Extremism, Violence, Terrorism, Causes, Peace, Treaties

تعارف:

انسانی سوچ کے منفی رجحان میں شدت کی وجہ سے رویوں میں تنگ نظری، انتہا پسندی، دہشت گردی، تشدد اور بغاوت جیسے عناصر جنم لیتے ہیں۔ جو ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا مقصد معاشرے میں کسی نہ کسی طرح فتنہ وفساد بپا کرنا اور امن کو تہ وبالا کرنا ہے۔ تنگ نظری سے مراد دوسرے کے لئے عدم برداشت پیدا کرنا اور دوسرے کو برداشت ہی نہ کرنا ہے۔ عدم برداشت، تنگ نظری اور انتہا پسندی کا یہ رویہ ہی بعد ازاں ایک دوسرے کی جان لینے کا سبب بنتا ہے۔ اسی کو نقض امن اور بالفاظِ دیگر دہشت گردی کہتے ہیں۔ تنگ نظری کی تعریف کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہی بعد ازاں دہشت گردی کا سبب بنتی ہے۔

رویوں میں تنگ نظری کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ جن میں زیادہ common مذہبی تنگ نظری، سیاسی تنگ نظری اور علاقائی تنگ نظری ہیں۔ مذہبی تنگ نظری سے مراد ایسا رویہ ہے جو بعد ازاں فرقہ واریت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ نتیجتاً افراد معاشرہ اجتماعی سطح پر سوچنے کی بجائے فرقوں، مسالک اور دائروں میں خود کو محدود کر لیتے ہیں اور جب ان دائروں اور فرقوں میں خود کو محدود کر کے سوچا جائے تو یہ تنگ نظری ہر سوچ خواہ وہ قومی سطح کی ہو یا امت کی سطح کی، اس پر حاوی ہو جاتی ہے، جو فرقہ پرستی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اسی طرح رویوں میں شدت پسندی انتہا پسندی کی علامت ہے۔ انتہا پسندی تنگ نظری سے زیادہ خطرناک نقطہ نظر اور سوچ ہے در اصل انتہا پسندی ایک ذہنی فکر اور نظریاتی عذاب ہے، جو تنگ نظری سے جنم لیتا ہے اور تنگ نظری سے ہی اس کی آبیاری ہوتی رہتی ہے، جب بہت سے دیگر عوامل تنگ نظری کو پالتے ہیں تو یہ انتہا پسندی بن جاتی ہے۔ انتہا پسندی کے دو رخ ہیں:

- مسلح انتہا پسندی
- غیر مسلح انتہا پسندی

مسلح انتہا پسندی سے مراد ایسی کارروائیاں ہیں جن میں اسلحہ اور بندوق اٹھائی جائے اور یہی طرز عمل دہشت گردی کہلاتا ہے یہ غیر مسلح انتہا پسندی سے جنم لیتا ہے۔ غیر مسلح انتہا پسندی اعتقادی، فکری اور نظریاتی دہشت گردی ہے اور جب کوئی فرد عملاً جنگ وجدل اور خون بہانے کی طرف آجاتا ہے تو اس کا یہ عمل دہشت گردی کہلاتا ہے۔

1۔ دہشت گردی کا لغوی معنی

دہشت کا معنی خوف اور ڈر ہے۔

عربی زبان میں دہشت گردی کے لئے لفظ "اِرھاب" استعمال کیا جاتا ہے۔

جبکہ انگریزی زبان میں اس کے لیے لفظ "Terrorism" استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ پہلی بار 1790ء میں استعمال کیا گیا[1]۔

Cambridge Advance learner dictionary میں Terrorism کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

Terrorism: Threats of violent action for political purposes[2].

سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے متشددانہ کارروائیوں کی دھمکی دہشت گردی ہے۔

2۔ دہشت گردی کی اصطلاحی تعریف

دہشت گردی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے والا لفظ تو ضرور ہے۔ مگر اس کی تعریف جامع انداز میں ابھی تک سامنے نہیں آسکی۔ انگریز مصنف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"There are more than hundred definitions of terrorism[3]."

"دہشت گردی کی ایک سو سے زائد تعریفات ہیں۔"

Jewish virtual Library نے بھی terrorism کی تعریف پر اختلاف کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

Terrorism is difficult to define, even the various law enforcement branches

of the U.S. government cannot agree on one single definition[4].

"دہشت گردی کی تعریف مشکل کام ہے، یہاں تک کہ امریکی حکومت کے بے شمار قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی آج تک کسی ایک تعریف پر متفق نہ ہو سکے۔"

یہ تعریف اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ مختلف ماہرین علوم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے الگ الگ عناصر شامل کئے ہیں اور وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ اس کے تعریفی الفاظ تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک دہشت گردی افراد معاشرہ میں خوف و ہراس پھیلانے کا نام ہے بعض اسے سیاسی مقاصد کے حصول کا ذریعہ کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک دہشت گردی حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی اور معاشرہ میں بد امنی پھیلانے کا نام ہے وغیرہ الغرض ہر ایک نے اس کی مختلف انداز میں تعریف کی اسکی تمام تعریفات میں قدر مشترک ہے وہ یہ کہ اس عمل میں تشدد اور تباہی کا راستہ بہر صورت اختیار کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی کی چند اصطلاحی تعریفات درج ذیل ہیں:

تاریخ کے پروفیسر اور سیاسی تجزیہ نگار Walter Laqueur دہشت گردی کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

Terrorism constitutes the illegitimate use of force to achieve a political objective when innocent people are targeted[5].

سیاسی اہداف کے حصول کے لیے طاقت کے ناجائز استعمال کا نام دہشت گردی ہے جس میں معصوم لوگ نشانہ بنیں۔

Noam Chomsky کے مطابق:

"Terrorism is the calculated use of violence or threat of violence" [6]

"دہشت گردی طے شدہ تشدد یا تشدد کے استعمال کی دھمکی کا نام ہے"

Jenkins کے مطابق دہشت گردی تشدد کے استعمال یا استعمال کی دھمکی کا نام ہے اور بنیادی وجہ خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کرنا ہے۔[7]

James M. Poland دہشت گردی کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

Terrorism is the premeditated, deliberate, systematic murder, mayhem, and threatening of the innocent to create fear and intimidation in order to gain a political or tactical advantage[8].

دہشت گردی ایک منصوبہ بند، دانستہ، منظم قتل، تباہی اور خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے بے گناہوں کو دھمکیاں دینا ہے تاکہ سیاسی مذموم مقاصد کا حصول ممکن بنایا جاسکے۔

Federal bureau of investigation کے مطابق

"Terrorism is۔The unlawful use of free or violence against person or property to intimidate coerce a government… " [9]

"دہشت گردی مہارت کے ساتھ مجرمانہ کاروائیوں میں ملوث رہنے کا نام ہے جس کا مقصد غیر قانونی تشدد کے ذریعے لوگوں کو اور ان کے املاک کو نقصان پہنچانا اور حکومت کو مشکلات سے دوچار کئے رکھنا ہے۔"

NATO Standardization Agency کے مطابق

"Terrorism is the unlawful use or threatened use of force or violence against individuals or property in attempt to coerce or intimidate government or societies to achieve political, religious or ideological objectives۔"[10]

"سیاسی مذہبی یا نظریاتی مقاصد کے حصول کے لئے لوگوں کے خلاف یا ان کی املاک کے خلاف غیر قانونی طاقت کا استعمال یا تشدد کا استعمال

کی دھمکی دینا تاکہ اس سے حکومت یا معاشرہ کو بھی خوفزدہ کیا جاسکے، دہشت گردی کہلاتی ہے۔"

مسلم اسکالر علامہ ابن ہمام باغی دہشت گردلوگوں کی علامات بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ لوگ:

يَأْخُذُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ وَيَقْتُلُونَهُمْ وَيُخِيفُونَ الطَّرِيقَ وَهُمْ قُطَّاعُ الطَّرِيقِ(11).

"(طاقت کے بل بوتے پر حکومت کی اتھارٹی کو رد کرنے والے) لوگوں کا مال لوٹتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں اور مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، یہ لوگ راہزن ہیں۔"

رابطہ عالم اسلامی کا سولہواں سیشن مکہ مکرمہ میں خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبد العزیز آل سعود کی نگرانی میں (۲۱ تا ۲۶ شوال ۱۴۲۲ھ بمطابق ۵ تا ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء) اسلامی فقہی اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ اس سیشن کے بعد دہشت گردی کے حوالے سے بیان مکہ (Makkah Declaration) کے نام سے جو اعلامیہ صادر ہوا اس میں دہشت گردی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الإرهاب: هو العدوان الذي يمارسه أفراد أو جماعات أو دول بغياً على الإنسان: دينه، ودمه، وعقله، وماله، وعرضه، ويثمل صفوف التخويف والأذى والتهديد والقتل بغير حق وما يتصل بصور الحرابه وإفافة السبيل وقطع الطريق۔-----(12).

"دہشت گردی سے مراد وہ سرکشی ہے جس کا ارتکاب مخصوص افراد، جماعتیں یا ملک دوسرے انسانوں کے دین، خون، عقل، مال اور عزت کی پامالی کے ذریعے کرتے ہیں۔ اس ظلم اور حقوق کی پامالی میں ایذاء رسانی، خوف وہراس پیدا کرنا اور ناحق قتل کرنا شامل ہے۔ اسی طرح گروہوں کی شکل میں لوٹ مار، خوان خرابہ اور شاہراہوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو ہراساں کرنا بھی اسی نوعیت کے جرائم ہیں------"

دہشت گردی کے لئے قرآن حکیم میں لفظ حرابہ استعمال ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسۡعَوۡنَ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَسَادًا(13).

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں)۔---"

امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے ڈاکو، فسادی، خون خرابہ کرنے والے اور دوسروں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو "محارب" قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كل من قطع السبل وأخافها، وسعى في الأرض فساداً بأخذ المال، واستباحة الدماء، وهتك ما حرم الله هتكه من المحرمات فهو محارب(14).

"ہر وہ شخص جس نے رکاوٹیں دال کر رستوں کو کاٹ دیا اور ان میں خوف وہراس پیدا کیا، مال لوٹنے اور خون کو مباح کرنے کے ذریعے زمین میں فساد پھیلایا، وہ محارب ہے۔"

مندرجہ بالا بحث کے ذریعے دہشت گردی کی اصطلاح کو واضح کیا گیا کہ دہشت گردی انتہا پسندی کی مسلح شکل ہے اور عربی، اردو، انگریزی لغات میں یہ لفظ اِرھاب، حرابہ، ڈر، خوف، فتنہ وفساد، قتل وغارت گری، بغاوت، Terrorism کی شکل میں استعمال ہوا ہے اور اس عمل کو سرانجام دینے والے افراد دہشت گرد، اِرھابی، محارب، باغی اور Terrorist کہلاتے ہیں۔ جن کا مقصد عوام الناس میں بے چینی، پریشانی، خوف وہراس کی کیفیت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ فتنہ وفساد، قتل وغارت گری، ڈاکہ زنی، خودکش حملوں وغیرہ کے ذریعے یہ افراد اپنے مقاصد مذمومہ حاصل کرتے ہیں۔

دہشت گردی ایک ایسا فتنہ ہے جو پورے معاشرے کو خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دہشت گرد چونکہ غلط اور بے بنیاد تاویل کے سہارے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے ہیں اس لئے ان کے یہ اقدامات فتنہ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی

مذمت میں ارشاد فرمایا:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ(15).

"اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے۔"

3۔دہشت گردی کے اسباب اور وجوہات

دہشت گردی انتہا پسندی کی مسلح صورت ہے اور انتہا پسندی ایک ذہنی، فکری اور نظریاتی عذاب ہے جو تنگ نظری سے جنم لیتا ہے۔ دہشت گردی تو اس وقت ہوتی ہے جب انتہا پسندی بندوق اٹھا لیتی ہے، جب انتہا پسندی مسلح ہو جائے تو یہ انتہا پسندی دہشت گردی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ انتہا پسندی نظریاتی، اعتقادی اور فکری دہشت گردی ہے اور جب کوئی فرد عملاً جنگ و جدال کی طرف آ جاتا ہے تو اس کا یہ عمل، عملی دہشت گردی کہلاتا ہے۔ خون بہانے اور قتل و غارت گری کا عمل ایک رات میں ہر گز جنم نہیں لیتا، اس کے پیچھے اس کی اپنی ایک تاریخ اور بنیاد ہوتی ہے۔ یعنی دہشت گردی جو اپنی بھیانک شکل میں ایک معاشرتی ناسور کے طور پر ہمیں نظر آ رہی ہے اس کے کئی اسباب ہیں۔ چند اسباب و وجوہات درج ذیل ہیں:

(1)معاشرتی ناانصافی

افرادِ معاشرہ میں حقوق کی مساوی تقسیم حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے ان حقوق کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے میں افراتفری، مایوسی، ناامیدی اور بدامنی کی فضا قائم ہو جاتی ہے، جو نتیجتاً تشدد اور بالآخر دہشت گردی کی وجہ بنتی ہے۔ جس معاشرے میں معاشرتی ناانصافی ہو وہاں احساس کمتری اور محرومی جنم لیتی ہے اور لوگ جائز و ناجائز ہر طریقے سے دولت حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتے ہیں۔ ناانصافی ہی دراصل ناامیدی کو جنم دیتی ہے اور لوگوں میں متشدد رویہ پیدا ہوتا ہے جو بالآخر فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ Daniel L. Gardner لکھتا ہے:

> "Social injustice occurs in a situation where the equals are treated unequally and the unequal is treated equally۔"[16]

"معاشرتی ناانصافی تب جنم لیتی ہے جب سماجی طور پر برابر انسانوں سے غیر مساوی سلوک کیا جائے، جب کہ باہم غیر مساوی لوگوں کو برابر حقوق دیے جائیں۔"

(2)متشددانہ کارروائیوں کے فروغ میں الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کا کردار

جدید ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ انسانی ترقی میں معاون ثابت ہو رہے ہیں اور کسی بھی نظریے کے فروغ اور اس کی ترویج میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان موجودہ حالات میں جبکہ دہشت گردی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ وہاں جب ان متشدد کارروائیوں کو جدید ذرائع ابلاغ سنسنی خیز انداز میں عوام تک پہنچائیں گے تو نتیجتاً افرادِ معاشرہ میں فرقہ بندی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کو فروغ ملے گا۔ نئے نئے طریقے متعارف ہوتے ہیں اور یہی روش دہشت گردی کے پھیلنے کا ایک سبب بھی ہے۔ کیونکہ ذرائع ابلاغ ایسا طاقتور آلہ ہے جو کسی معاشرے کے سیاسی، مذہبی، معاشی و سماجی طریقہ واردات میں رنگ بھرتا ہے۔ یہاں ایسے نظریات کو فروغ حاصل ہوتا ہے کہ جو اپنے ناظرین اور قارئین میں نرم گوشے یا شدت پسند زاویوں کو ابھار سکتے ہوں۔

(3)معاشرتی برائیاں

بہت سارے معاشرتی مسائل یا معاشرتی برائیاں ایسی ہیں جو معاشرے میں تشدد کی راہیں ہموار کرتی ہیں اور دہشت گردی کی بنیاد بنتی ہیں اور درحقیقت معاشرتی مسائل تب جنم لیتے ہیں جب معاشرے میں دولت کی تقسیم غیر مساوی ہو جائے۔ جب ایک طبقہ انتہائی امیر اور دوسرا طبقہ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے لگے۔

(4) قومی لیڈر شپ کا فقدان

جن معاشروں میں دہشت گردی اپنی بنیادیں مضبوط کر چکی ہے اس کی ایک بنیادی وجہ قومی لیڈر شپ کا فقدان ہے کیونکہ جس ملک ومعاشرے میں قومی سطح پر لیڈر شپ مضبوط ہوتی ہے اور فیصلہ کرنے کی حتمی طاقت رکھتی ہے تو وہاں بہت سارے داخلی مسائل جنم نہیں لیتے بلکہ اگر مسائل پیدا بھی ہوں تو حکمت ودانشمندی کے ساتھ ان کے حل کے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں قومی جذبہ پروان چڑھتا ہے اور بہترین لیڈر شپ کا فقدان دہشت گردی کا سبب بنتا ہے۔ یعنی یہ معاشرے میں سیاسی اور حکومتی لیڈروں کی بداعمالیوں کے باعث رونما ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے:

حضرت قاسم بن مخیرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَازَمَانُكُمْ سُلْطَانُكُمْ، فَإِذَا صَلَحَ سُلْطَانُكُمْ صَلَحَ زَمَانُكُمْ، وَإِذَا فَسَدَ سُلْطَانُكُمْ فَسَدَ زَمَانُكُمْ(17).

"تمہارا زمانہ تمہارا حکمران ہے۔ اگر تمہاری حکومت سنور جائے تو تمہارا زمانہ سنور جائے گا اور اگر تمہارے اہل حکومت فساد میں مبتلا ہو جائیں تو تمہارا زمانہ بگڑ جائے گا۔"

گویا ریاست کی بھلائی اس کے حکمران، لیڈروں اور رہنماؤں کے سنور جانے پر منحصر ہے۔ اہل سلطنت اور اہل حکومت اگر بگڑ جائیں تو فساد بپا ہو گا۔ وہ Corrupt ہوں گے جس کے باعث معاشرے میں Corruption، بدامنی، فساد اور دہشت گردی جیسی برائیاں جنم لیں گی۔

(5) دولت کی غیر منصفانہ تقسیم

معاشرے میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم لوگوں کے درمیان نفرت، حسد، بغض، کینہ جیسے جذبات کو فروغ دیتی ہے اور جب افراد معاشرہ کو ان کے بنیادی حقوق نہیں ملتے تو نتیجتاً ایسے افراد میں انتقام کے جذبات جنم لیتے ہیں اور انتہا پسند اور دہشت گرد تنظیمیں ایسے افراد کو دہشت گردی کے آلہ کار کے طور پر استعمال کرتی ہیں جو فتنہ وفساد انگیزی اور قتل وغارت گری کی راہیں ہموار کرتی ہے۔ جبکہ دین اسلام افرادِ معاشرہ میں حقوق کی مساوی تقسیم کو لازمی قرار دیتا ہے اور حکومتِ وقت کی ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ تمام افراد میں حقوق کو مساوی بنیادوں پر تقسیم کیا جائے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ۔(18)

"اور ان کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا۔"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ، قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ(19).

"تم میں سے جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادِ راہ ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ مختلف اصناف مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں رہا۔"

(6) انتہا پسندی کے فروغ میں بچوں کا استعمال

غربت وافلاس، تعلیم اور صحت کی سہولیات کا فقدان، خوراک کی کمی، بے روزگاری اور زندگی کی دیگر بنیادی سہولیات سے محرومی جیسے مسائل کے باعث بچے جہاں مفید شہری بننے کے مواقع سے مستفید نہیں ہوتے وہاں ان کے سامنے ایک مشکل، کٹھن اور تاریک زندگی کے پیش منظر میں کوئی بھی ایسی شے اپنی بہتر حالت میں موجود نہیں ہوتی۔ ان حالات میں گھرے ہوئے بچوں کے استحصال اور ذاتی گروہی مذموم مقاصد

کے لئے استعمال ہونے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

لاوارث، بے سہارا، افلاس زدہ اور محروم بچوں کو مذہب کے نام پر ورغلایا جاتا ہے ان کے سامنے زندگی مشکل بنا کر پیش کی جاتی ہے اور انہیں عقیدہ آخرت کی غلط تعبیر کے ذریعے دنیا میں "کچھ کرنے" کی ترغیب دی جاتی ہے۔ بچوں کو مذہب کے نام پر اشتعال دلا کر خودکش حملوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور انتشار بدامنی و دہشت گردی پھیلانے کے لئے انہیں بطور آلہ کار استعمال کیا جاتا ہے[20]۔

اس کی تائید ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے بھی ملتی ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، أَحْدَاثُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلاَمِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ البَرِيَّةِ، لاَ يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ، كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[21].

"عنقریب آخری زمانہ میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے یا نکلیں گے جو کم سن لڑکے ہوں گے اور وہ عقل سے کورے(Brain washed)ہوں گے وہ ظاہراً(دھوکہ دہی کے لئے منشور)پیش کریں گے۔ ایمان ان کے اپنے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن ثواب ملے گا۔"

حدیث پاک میں أحداث الأسنان اور سفهاء الأحلام سے مراد کم عمر اور دماغی طور پر ناپختہ (Brain washed) لڑکے ہیں جنہیں دہشت گرد اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں میں استعمال کرتے ہیں[22]۔

(7) فرقہ واریت

لسانی، گروہی، فرقہ وارانہ تضادات اور فسادات دہشت گردی کے اسباب میں سے ہے۔ فرقہ واریت کے نقصانات بیان کرتے ہوئے طاہر القادری بیان کرتے ہیں:

"اجتماعیت کو چھوڑ کر جدا جدا اکائیوں میں تقسیم ہو جانا اور اپنے اپنے تشخصات میں گم ہو جانا فرقہ واریت اور انتشار کو جنم دیتا ہے جس سے ملت کی اجتماعی قوت پارہ پارہ ہو جاتی ہے[23]۔"

وہ مزید لکھتے ہیں:

نتیجتاً فرقہ بندی، تفرقہ پروری اور دہشت گردی جیسی کارروائیاں جنم لیتی ہیں اور اس صریح فرقہ پرستی کا شکار ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی تعلیم و تربیت مخصوص مسلکی ماحول میں کی جاتی ہے اور دینی مدارس میں زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد جب وہ عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اپنے مخصوص عقائد و نظریات کی تبلیغ کو ہی اپنا مطمع نظر بنا لیتے ہیں۔ اس طرح فرقہ پرستی کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جاتی ہیں[24]۔

ایسے فرقہ پرور لوگ اپنے قبیح عمل سے باز نہیں آتے۔ ان کی اس ہٹ دھرم روش کا قرآن حکیم نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُواْ فِي ٱلْأَرْضِ قَالُوٓاْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ. أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ[25]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ بپا کرو تو کہتے ہیں ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں۔"

(8) بے روزگاری

معاشرے یا ریاست میں دہشت گردی کی ایک بنیادی وجہ بے روزگاری ہے۔ ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی ضروریات

زندگی کی کفیل بنے اور روزگار کے حصول کے وسائل مہیا کرے کیونکہ روزگار کے عدم وسائل کی وجہ سے جب بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے تو افراد ناجائز ذرائع سے معاش کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ڈاکہ زنی، چوری، قتل وغارت گری، فتنہ وفساد اور بالآخر دہشت گردی جنم لیتی ہے۔

(9) بھوک وافلاس

بھوک وافلاس انسان کے اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے یہ اس کی انا اور خودداری کے لئے زہر قاتل ہے۔ غربت سے جب انسان کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہوتیں تو لوگ ذہنی انتشار اور مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور دہشت گردی میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے انسانی نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے افلاس کی حالت میں اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ(26)

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو"

4۔ دہشت گردی کے مقاصد

معاشرے میں دہشت گردانہ کاروائیاں کسی فوری عمل کا ردعمل نہیں ہوتیں بلکہ ان کے پیچھے بہت سے عوامل کار فرما ہوتے ہیں اور مخصوص مقاصد ہوتے ہیں جن کے حصول کے لئے ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ ان کو انجام دیا جاتا ہے۔ ماہرین علوم کے نزدیک بعض مقاصد ایسے ہیں جو دنیا کے کسی خطے میں بھی چلے جائیں وہاں کام کرنے والی دہشت گرد تنظیموں میں مشترک نظر آتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(1) سیاسی فوائد کا حصول

دہشت گرد تنظیمیں یا افراد اپنی متشدد کاروائیوں کے ذریعے ریاست / ملک میں سیاسی غلبہ چاہتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے وہ ملکی سطح پر قتل وغارت گری، خون ریزی، ڈاکہ زنی، خودکش حملوں جیسی متشدد کاروائیاں کرتے ہیں تاکہ عوام کا حکومت پر سے اعتماد متزلزل کریں اور اپنے مذموم سیاسی مقاصد حاصل کر سکیں۔ United Kingdom کے Prevention of Terrorism Act (1974) کے مطابق دہشت گردی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Use of violence for political end and includes any use of violence for the purpose of putting the public or any section of public in fear۔"[27]

"سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تشدد کا استعمال دہشت گردی ہے اور اس میں تمام لوگوں کو یا کسی ایک خاص گروپ کو خوفزدہ کرنا بھی شامل ہے۔"

(2) جان ومال کا نقصان

دہشت گردی کا ایک مقصد لوگوں کے جان ومال کو نقصان پہنچانا اور ان پر ناجائز قبضہ بھی ہے۔

عرب لیگ کنونشن میں دہشت گردی کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

"Aiming to cause damage to the environment or to public or private installations or property to occupy or seize them…۔"[28]

"ماحول کو تباہ کرنا، عوام کو نقصان پہنچانا اور ان کی املاک پر ناجائز قبضہ دہشت گردی کے مقاصد میں سے ہے۔"

(3) خوف وہراس پھیلانا

دہشت گردی کا ایک مقصد معاشرے میں خوف وہراس کی کیفیت پھیلانا ہے۔

Encyclopedia of Britannica کے مطابق دہشت گردی کا مقصد

"Terrorism, the calculated use of violence to create a general climate of fear in a population and thereby to bring about a political objectives[29]۔"

"دہشت گردی کسی ایسے غیر قانونی و غیر انسانی طریقے کو اختیار کرنے کو کہتے ہیں جس سے عوام میں خوف وہراس کی کیفیت پیدا کر کے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کیے جائیں۔"

(4) حکومت کی اتھارٹی کا انکار

دہشت گرد تنظیمیں یا افراد جب کسی ملک یا ریاست میں اپنی سفاکانہ کاروائیوں میں ملوث ہوتی ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملک میں حکومت کی اتھارٹی کے خلاف علم بغاوت بلند کریں اور بد امنی اور تباہی کی صورت حال پیدا کریں۔

ایسے دہشت گردوں کے بارے میں ابن ہمام نے اپنی کتاب "فتح القدیر" میں دہشت گرد باغیوں کی اقسام بیان کی ہیں اور فرمایا کہ یہ دہشت گرد باغی:

الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة يأخذون أموال الناس ويقتلونهم ويخيفون الطريق وهم قطاع الطريق(30).

"ایسے لوگ ہیں جو طاقت کے بل بوتے یا طاقت کے بغیر بلا تاویل حکومت کی اتھارٹی اور نظام سے خروج کرنے والے ہیں اور لوگوں کے مال لوٹتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں اور مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، یہ لوگ راہزن ہیں۔"

(5) عالمی میڈیا کی توجہ کا حصول

دہشت گرد تنظیموں نے اپنی تشدد پسند کاروائیوں کے لئے ان مقامات، جگہوں یا اشخاص کو چنا ہوتا ہے جن کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں ذرائع ابلاغ فوری حرکت میں آ جائیں اور خبر فوری طور پر جنگل میں آگ کی طرح پھیل جائے اور اس طرح وہ عالمی میڈیا کی توجہ حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اسلام سراپا دین امن ہے۔ اسلام سراپا رحمت و سلامتی ہے۔ مسلمان نہ جنگجو تھے اور نہ ہیں۔ بلکہ یورپ سے افریقہ تک اور افریقہ سے ایشیا تک جہاں بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں انہوں نے سب سے پہلے اپنے معاشروں میں امن قائم کیا۔ امن عدل کے بغیر ممکن نہیں اس لیے اسلام نے عدل کے قیام پر زور دیا۔ چنانچہ حاکمان وقت تک عام آدمیوں کی طرح عدالتوں میں پیش ہوتے رہے ہیں۔ مستشرقین کے بے بنیاد الزامات میں کوئی وزن نہیں۔ جہاد تو دہشت گردی کے خاتمے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ظلم اور ناانصافی، فتنہ وفساد اور شر انگیزیوں کو روکنے کا وسیلہ ہے لیکن آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر ماضی کر گرد سے حقائق معلوم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں نے ہشت گردی کے ڈانڈے جہاد سے ملا کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا۔ بعض اعتراضات غلط فہمیوں کا نتیجہ ہیں، بعض فلسفیانہ موشگافیوں کا شاخسانہ ہیں اور زیادہ تر اندھے تعصبات کی پیداوار ہیں۔ جن غیر مسلم محققین نے تعصبات سے بالاتر ہو کر اور مکمل غیر جانبداری (Impartiality) کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخ کے دروازے پر دستک دی ہے اور خلوص دل سے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی ہے وہ اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو امن اور سلامتی کی ضمانت دیتا ہے اور ہر سطح پر دہشت گردی اور تخریب کاری کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ آج بھی اگر اسلام کی آفاقی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اسلام کے حصار رحمت میں داخل ہو کر ایک شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ میں آجاتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رحمت اسے ردائے عافیت میں لے لیتی ہے۔

اسلام عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ اسلامی ریاست میں انتقامی سیاست کا نہ کوئی تصور موجود ہے اور نہ اس کا کوئی جواز فراہم کیا جا سکتا ہے حتیٰ کہ جنگوں میں بھی انتقامی کی ممانعت کر دی گئی۔ تاریخ عالم اٹھا کر دیکھئے یہی انتقامی عنصر قدم قدم پر جبر و تشدد کی ان گنت مثالیں قائم کرتا نظر آتا ہے۔ فاتح اقوام جوش انتقام میں فتح کے بعد قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیتی ہیں۔ انتقام کی آگ ان سے بصیرت کی روشنی چھین لیتی ہے۔ تباہی و

بربادی کو مفتوح قوم کا مقدر بنا دیا جاتا ہے۔ شرفاء کی سرِعام پگڑی اچھالی جاتی ہے اور مفتوح قوم کی تضحیک کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔ قرآن مجید میں ملکہ بلقیس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

قَالَتْ إِنَّ ٱلْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُواْ قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوٓاْ أَعِزَّةَ أَهْلِهَآ أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ (31)

"اس نے کہا (کہ لڑائی بذات خود کوئی اچھی چیز نہیں) جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔"

5۔ سیرت الرسول ﷺ سے قیامِ امن میں رہنمائی کی صورتیں

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ وہ مینار نور ہے جس کی جانب عازم سفر ہونے والے قافلے نہ بھٹکتے ہیں اور نہ گمراہ ہوتے ہیں۔ نہ ان کے پائے استقلال میں لغزش آتی ہے نہ ان کا ایمان متزلزل ہوتا ہے، نہ ہوائے مخالف راستے کی دیوار بنتی ہے اپنے نصب العین (Prime Objective) سے غیر مشروط Commitment ان کو سربلند کرتی ہے۔ ہم غریبوں کے وہی ماویٰ وملجا ہیں۔ جنھیں بعد از خدا بزرگ تو ئی کی خلعت فاخرہ سے نواز گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جنھیں چلتا پھرتا قرآن کہا۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے قربان جائیں کہ آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا، اسلام کی جن تعلیمات کو فروغ دیا خود ان پر عمل کیا اور ان سے سرمو انحراف کی کوئی ایک بھی مثال قائم نہ ہو سکی۔ تاریخ شاہد ہے کہ مصلحین کے قول وفعل میں اکثر تضاد پایا جاتا ہے۔ یہ نظریات وافکار کاغذ پر تو بڑے خوبصورت نظر آتے ہیں لیکن ان کی عملی قدر وقیمت صفر کے برابر ہوتی ہے۔ کمیونزم ستر سال کی طویل رات کے بعد دم توڑ گیا۔ لیگ آف نیشنز (League of Nations) اپنے عبرتناک انجام کو پہنچی، اقوام متحدہ کا ادارہ اپنے تمام نعروں اور دعووں کے باوجود دنیا میں امن قائم کرنے اور تیسری دنیا کے غریب عوام کے حقوق کو تحفظ دینے میں ناکام رہا ہے۔ اس لیے کہ انسانی تخلیق اور کاوش میں اصلاح وترمیم (Amendment) کی گنجائش بہر حال موجود رہتی ہے، نبی مکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی عظیم جماعت کے ساتھ جزیرہ نمائے عرب میں امن قائم کر کے دکھایا۔ اصلاح احوال کی اتنی بڑی تحریک کا تصور بھی ناپید تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (32).

"(مومنو) بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔"

(1) قیامِ امن کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کی حکیمانہ منصوبہ بندی

سرزمین عرب سے طلوع سحر کا اعلان ہوا، جبر کی زنجیریں ٹوٹیں، شرف آدمیت بحال ہوا، فتنہ وفساد کا خاتمہ ہوا، بدامنی کی فضاء میں امن کی خوشبو چاروں طرف بکھر بکھر گئی۔ قیام امن کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے درج ذیل منصوبہ بندی اختیار فرمائی:

۱۔ اسلام کے انقلابی اقدامات میں نظریہ توحید کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ غار حرا سے حجۃ الوداع تک خدائے وحدہ لاشریک کی حاکمیت کا اعلان ہوتا رہا اور توحید کو اپنی انقلابی جدوجہد کا مرکزی نقطہ بنا کر حضور ﷺ دشمنان اسلام سے مصروف جہاد رہے اور یہ جہاد ہر سطح پر کیا گیا اور استحصال کی ہر شکل کے خلاف کیا گیا اسلام نے وحدت الٰہ اور وحدت انسانیت کا نظریہ پیش کر کے وہ بنیاد فراہم کر دی اور یگانگت اور بھائی چارے کی لڑی میں پرویا جا سکتا ہے، اور عالمی امن کے قیام کی تعبیر کو عملی صورت دی جا سکتی ہے، چنانچہ حضور نبی اکرم a نے اطراف واکناف میں مختلف فرمانرواؤں کو امن وسلامتی کے پرچم تلے آنے کی دعوت دی، خطوط ارسال کئے گئے اور سفارتی پر سرگرمیوں کو تیز کر دیا گیا۔ ان خطوط کا مثبت رد عمل بھی ہوا اور منفی بھی، حضور a کے وصال مبارک کے بعد خلفائے راشدینؓ انسانیت کو اپنے عہد کے ظالم، جابر اور قہار حکمرانوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے میں کامیاب ہوئے۔

۲۔ اسلام نے لسانی، علاقائی اور نسلی تعصاب پر کاری ضرب لگائی، رنگ ونسل کے بتوں کی پرستش کو ختم کیا، انسانی مساوات کا پرچم بلند کر کے ہر انسان کو برابری کا درجہ دیا۔ کسی گورے کو کالے پر کسی کالے کو گورے پر، کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

معیار فضیلت محض تقویٰ اور دانائی ہے، حتیٰ کہ اسلام نے عبادات میں بھی مساوات کا درس دیا، اسلام کے نظام رحمت کی بدولت غلامی کا ادارہ بڑی تیزی سے ختم ہو گیا اور قانون کی بالادستی کا تصور ذہن انسانی میں اجاگر ہوا۔ انصاف مظلوم کی دہلیز تک پہنچنے لگا اور یوں ہر سطح پر قیام امن کے لیے راہ ہموار ہوئی۔

۳۔ اجتماعی بدامنی فرد کی داخلی شکست وریخت اور بے سکونی کی آئینہ دار ہوتی ہے اگر افراد معاشرہ ذہنی اور جسمانی طور پر مطمئن ہوں تو معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ جب حقوق وفرائض کی بجا آوری کا احساس ایک ساتھ ذہنوں میں جنم لے تو کوئی معاشرہ توازن کا شکار نہیں ہو سکتا۔

۴۔ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر ہے۔ اسلام نے گھر سے معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ گھر اینٹ پتھر دیواریں ہی نہیں افراد خانہ کے اجتماعی رویّوں اور انفرادی سوچوں سے پیدا ہونے والے اس شعور کا نام ہے جو ہماری سماجی زندگی کی راہیں متعین کرتا ہے وہ شعور جو افراد معاشرہ کو تمیز خیر وشر کا ہنر عطا کرتا ہے اور زندگی کی گاڑی کے اعتدال کی راہوں پر رواں دواں ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ اسلام نے خاندان کو ٹوٹ پھوٹ سے بچا کر مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ خونی رشتوں کے تقدس کو بحال کیا، دختر حوا کے برہنہ سر پر شرم وحیا کی اوڑھنی دی اور محبت ویگانگت اور اپنائیت کی خوشبو کو عام کرکے ایک ایسے معاشرے کی صورت پذیری کا کارنامہ سرانجام دیا جس کی نظیر تو کیا ایک جھلک بھی آج کے نام نہاد ترقی یافتہ معاشروں میں نظر نہیں آتی، اس مثالی معاشرے کے قیام میں اس چیز کو پیش نظر رکھا گیا کہ معاشرے کی سلامتی کا دارومدار اس کی بنیادی اکائی کی سلامتی پر ہوتا ہے، قبائلی اور علاقائی عصبیتوں کو ختم کرکے پوری انسانیت کو گلے سے لگانے کی تعلیم دی گئی، خود نبی اکرم ﷺ نے بڑے بڑے قبائل حتیٰ کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی (مسلمان کرنے کے بعد) نکاح کیے، یہ ذہنی کشادگی اور فراخدلی کئی ایک سیاسی ومعاشرتی فوائد کا باعث بنی اس سے کئی پرانی دشمنیاں ختم ہوئیں اور صلح وآشتی کے دروازے کھلتے گئے۔ اور انسان کو آسودہ لمحات کی تلاش کی نئی نئی راہیں سجھاتے ہوئے۔

۵۔ ہر مرحلے اور ہر سطح پر مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا گیا۔ افراد معاشرہ کے ذہنوں کی اس طرح تطہیر کی گئی کہ ان میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ خود غرضی، ہٹ دھرمی اور ضد کی جگہ باہمی رواداری، محبت یگانگت اور اخوت نے لے لی۔ مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی، انہیں اپنے عقائد کے مطابق عبادات کرنے کا حق دیا گیا، مشترک امور پر انہیں تعاون اور اشتراک عمل کی دعوت دی گئی۔ ذہنی اور قلبی کم ہوئے اور بھائی چارے کی ایک ایسی فضا تیار ہوئی جو عالمی سطح پر قیام امن کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

۶۔ اقتصادی محرومیوں اور معاشرتی ناآسودگیوں کی کوکھ سے ہمیشہ سرکشی کے عناصر نے جنم لیا ہے۔ استحصال کا ردعمل (Reaction) ہمیشہ بغاوت کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اسلام نے استحصال کی ہر شکل کو مٹا کر ایک نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی، عرب کے معاشی نظام میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت تھی حضور ﷺ نے عالم انسانیت کو ایک ایسا معاشی نظام دیا جو نہ صرف استحصال سے پاک تھا بلکہ اس کی بنیادیں عدل وانصاف کے اعلیٰ اصولوں پر استوار کی گئی تھیں۔ اسلام نے ارتکاز دولت کو روکا، وسائل قدرت پر چند لوگوں کی اجارہ داری کو شرف انسانی کے خلاف قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی دور امن وسلامتی کے لحاظ سے بھی ایک بہترین دور تھا جس کی آج تک کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکی۔

(2)اسلامی تاریخ میں جنگی مہمات کی وجوہات

تاریخ اسلامی اس بات کی گواہ ہے کہ پیغمبر اسلام نے ناگزیر حالات میں ہی جنگ کو اختیار کیا۔ عام حالات میں صلح اور امن وسلامتی کو ہی فروغ دیا۔ اسلام کے بارے میں مستشرقین کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں سے فضا آج بھی آلودہ ہے۔ جہاد اور عورت کے حوالے سے ان بدگمانیوں کا زہر اس تسلسل سے قرطاس وقلم کی رگوں میں اتارا گیا ہے اور بہتان تراشیوں کا وہ طومار باندھا گیا ہے کہ خود ہمارے بعض محققین بھی دفاعی

پوزیشن (Defensive Position) اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن مؤرخ جب حالات کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتا ہے۔ تو ان گنت خوشگوار حیرتیں اس پر حقائق کو اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ منکشف کرنے لگتی ہیں۔ مثلاً یہ پروپیگنڈا (Propaganda) بڑے زور وشور سے کیا جاتا ہے کہ اسلام تو تلوار کے زور سے پھیلا ہے حالانکہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں جتنی بھی معرکہ آرائیاں ہوئیں، جتنی بھی مہمات روانہ کی گئیں ان پر ایک نظر دوڑائیں اور ان معرکہ آرائیوں اور مہمات کا تجزیہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا اگرچہ ضرورت کے وقت آگے بڑھ کر باطل پر ضرب کاری بھی لگائی گئی اور فتنہ وفساد کو روکنے کے لیے پہل بھی کی گئی لیکن جنگوں کی نوعیت زیادہ تر دفاعی ہی رہی۔ کسی قسم کا توسیعی منصوبہ ان جنگوں کے پس منظر اور پیش منظر کا حصہ نہیں بنا، نہ یہ جنگیں قیصر وکسریٰ کی طرح کسی احساس برتری کا نتیجہ تھیں، نہ یہ جنگیں فتوحات کے شوق میں لڑی گئیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی مخالفیں نے سر تسلیم خم کر دیا، منتشر ہو گئے یا راہِ فرار اختیار کی، صلح کے لیے ہاتھ بڑھایا، ہتھیار ڈال دیئے یا مقابلے پر ہی نہ آئے تو پھر مسلمانوں نے بھی تلوار نہیں اٹھائی، جنگ برائے جنگ کے فلسفے کی کبھی اسلام نے پذیرائی نہیں کی، اسلام میں جنگ محض برائے جنگ نہیں بلکہ جنگ قیام امن کا ایک ذریعہ ہے۔ جب ٹارگٹ حاصل کر لیا جائے یا مہم کا مقصد پورا ہو جائے تو بے مقصد تلوار اٹھانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا، مستشرقین جو اسلام کی خون آشام تصویر کھینچتے ہیں وہ اس لیے بھی بے بنیاد ہے کہ ان تمام معرکہ آرائیوں میں فریقین کا جو نقصان ہوا وہ اس قدر کم ہے کہ ان الزامات اور بہتان تراشیوں میں کوئی جان ہی باقی نہیں رہ جاتی، اس کے برعکس جدید تہذیب کے علمبرداروں کو بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ دور حاضر کی جنگوں میں لاکھوں جانوں کا اتلاف ہوتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں املاک کا جو نقصان ہوا وہ تو ہوا لیکن جس طرح خون پانی کی طرح بہایا گیا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹمی دہشت گردی میں لاکھوں بے گناہ افراد مارے گئے لیکن حرف شکایت زبان پر لانے کی کوئی جرأت نہیں کرتا۔

لیکن ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں اور کفار کے درمیان جو جنگیں لڑی گئیں ان میں فریقین کے کل ۸۳۸ افراد لقمہ اجل بنے، ان میں سے مسلمانوں کے شہداء کی تعداد ۱۵۲ ہے جب کہ ۶۲۶ غیر مسلم مارے گئے، نتیجہ ان جنگوں کا یہ نکلا کہ ۹ لاکھ مربع میل کے علاقے میں امن وامان قائم ہو گیا۔ چند سو مقتولین کی کہانی کو افسانوں کا رنگ دے کر اسلام کو بدنام کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق پہلی جنگ عظیم میں 75 لاکھ انسان مارے گئے جبکہ دوسری جنگ عظیم میں ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد ساڑھے چار کروڑ تک پہنچ گئی (33)۔

اسلام نے جنگ کے لیے ناگزیر حالات کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فتنہ کے خاتمے کے لیے جہاد کرو۔ اسی آیت میں دوسری وجہ یہ بیان کی کہ جنگ صرف ظالموں سے کی جائے۔ اسی طرح اگر دشمن مسلمانوں پر جنگ مسلط کر دے تو ایسی صورت میں بھی مسلمانوں کو اپنے دفاع میں جنگ کی اجازت ہے۔ یہی صورتحال ہمیں اسلامی مہمات میں نظر آتی ہے۔ بدر واحد اور احزاب میں لڑائیوں میں مسلمانوں پر جنگیں مسلط کی گئیں اور خیبر کی جنگ فتنہ کے خاتمے کے لیے لڑی گئی۔ اسلامی جنگی مہمات میں بھی امن کو پہلی ترجیح قرار دیا گیا۔ فتنہ وفساد سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر عالم کی جنگوں میں ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد کی مقابلے میں اسلامی مہمات کی ہلاکتوں کی تعداد کم ہے۔ یہی اسلام کے دین امن ہونے کا ثبوت ہے۔

(3) غزوات کے قیدی اور مقتولین

غزوات میں مقتولین اور قیدیوں کی تعداد غیر معمولی طور پر کم نظر آتی ہے، ان مہمات میں صرف ایک مسلمان جنگی قیدی بنا اور ۲۵۹ افراد نے جام شہادت نوش کیا جبکہ دشمنان اسلام کے قیدیوں کی تعداد ۶۵۶۴ ہے اور ان کے ۷۵۹ آدمی ان غزوات میں کام آئے، تاریخ کے صفحات پر یہ بات ریکارڈ کے طور پر محفوظ ہے کہ ان قیدیوں میں ۶۳۴۷ قیدیوں کو بغیر کسی شرط کے رہا کر دیا گیا، صرف دو قیدیوں کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ بعض جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا، بعض کو صرف اس شرط پر رہائی نصیب ہوئی کہ وہ اتنے اتنے لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں (34)۔ اگر انہیں زبردستی مسلمان بنایا جانا ہی مقصود ہوتا تو مسلمانوں کو ایسا کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ نہ ان قیدیوں کو قتل کیا گیا اور نہ

انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا، اس کے مقابلے میں دنیا کی سیاسی اور مذہبی لڑائیوں کا جائزہ لیں تو خوفناک اعداد و شمار کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسلام پر خونریزی کا الزام لگانے والوں کا اپنا دامن بے گناہوں کے خون میں تر نظر آتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے مقتولین کی تعداد 5 ۷ لاکھ تک پہنچ گئی تھی، جنگ میں معذور اور بے گھر ہونے والے افراد کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، اور املاک کی تباہی اس پر مستزاد، انسانی تہذیب و ثقافت کی بربادی اس کے علاوہ، دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں انسان ہلاک ہوئے، ڈیڑھ کروڑ عیسائیوں کو مذہب کی بھینٹ چڑھا دیا گیا(35)، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر جس سفاکی اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، جنگی قیدیوں پر وحشیانہ مظالم ڈھائے گئے، مفتوحہ علاقوں کی بندر بانٹ نے تاریخ ہی نہیں جغرافیہ بھی بدل کر رکھ دیا، سامراجی طاقتوں نے اپنے مفادات کے لیے طفیلی ریاستوں کو جنم دیا اور پوری دنیا کو جس میں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک شامل تھے کو دو سپر پاورز (Super Powers) کی کاسہ لیسی پر مجبور کر دیا گیا اور اقوام متحدہ (U.N.O) کے ذریعہ امن اور سلامتی کا ڈھونگ رچا کر اس کرہ ارض پر بسنے والے انسانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی گئی۔

اسلام نے قتل و غارت گری تباہی، وبربادی، لوٹ مار اور املاک کو نذر آتش کرنے کی ممانعت کر دی، صرف مدمقابل سے لڑنے کی اجازت دی، جنگوں میں مروجہ وحشیانہ اور ظالمانہ طریقوں پر پابندی عائد کر دی، مجاہدین کو عورتوں، بوڑھوں، بچوں، معذوروں اور مذہبی رہنماؤں پر ہاتھ اٹھانے سے روک دیا، قرآن حکیم نے ایک بنیادی اصول دیا۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (36)

دین میں کوئی جبر نہیں۔

جن مہمات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے کوئی ایک مہم بھی غیر مسلم قبائل کے مذہب کو تبدیل کرنے کے لیے روانہ نہیں کی گئی۔ ویسے بھی مذہب کی جڑیں انسان کے دل، دماغ اور روح میں ہوتی ہیں۔ آپ قوت سے کسی کی گردن تو اڑا سکتے ہیں لیکن اس کے دل کو نہیں جھکا سکتے، دل تشدد سے نہیں محبت سے بدلا کرتے ہیں، افریقہ، چین، انڈونیشیا، ملایا اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی تلوار نہیں گئی، وہاں کروڑوں مسلمان کہاں سے آگئے، تاریخ بتاتی ہے کہ باکردار مسلمان تاجروں اور صوفیاء کے کردار اور ان کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام قبول کرتے چلے گئے، چین (37)، افریقہ (38) اور انڈونیشیا میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں جن کے سر فتح نہیں کئے گئے اقلیم ہائے دل فتح کی گئیں اور یہی فتح حقیقی فتح ہوتی ہے (39)۔

مقابلے پر آنے والے غیر مسلموں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا ہے اسلام کے دامن رحمت میں آجاؤ یا جزیہ ادا کرو، گویا لڑائی یا تصادم سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی، جب مخالفین اپنی ضد پر قائم رہتے تب معرکہ آرائی کی نوبت آتی، جزیہ ایک ٹیکس تھا لیکن آج کی طرح ظالمانہ ٹیکسوں میں اس کا شمار نہ ہوتا تھا۔ عملاً یہ ایک علامتی ٹیکس ہوتا، یہ ایک درہم سے چار درہم تک ہوتا۔ اس کے عوض غیر مسلموں کو جان و مال کے مکمل تحفظ کی ضمانت دی جاتی اور انہیں ایک شہری کے تمام حقوق حاصل ہوتے۔ عہد نبوی کے بعد بھی ان اعلیٰ اخلاقی قدروں کو برقرار رکھا گیا، عہد فاروقی میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو کسی ایک شہری کو بھی تہ تیغ نہیں کیا گیا۔ کسی کی آبرو پر آنچ نہ آئی اور کسی کا مال نہیں لوٹا گیا (40)۔ یہی شہر جب ساڑھے چار سو سال بعد صلیبیوں (Crusades) نے فتح کیا تو عیسائی مؤرخین کے اپنے بیان کے مطابق مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا۔ بیت المقدس کے گلی کوچے مسلمانوں کے خون ناحق سے گھٹنوں تک دلدل میں تبدیل ہو گئے (41)۔ اس کے ۹۶ سال بعد جب صلاح الدین ایوبیؒ نے اس شہر مقدس پر قبضہ کیا تو کسی ایک عیسائی کا بھی خون ناحق نہیں بہایا گیا، حقیقت یہ ہے کہ جب دیگر اقوام فاتحانہ انداز میں کسی مفتوحہ شہر میں داخل ہوتی ہیں تو اپنے کسی روحانی پیشوا یا رہنما کا کردار یا طرز عمل ان کے سامنے نہیں ہوتا چنانچہ وہ جشن فتح مناتے وقت شیطان کا روپ دھار لیتے ہیں، بربریت اور درندگی ان کے جشن فتح کا امتیازی نشان بن جاتا ہے۔ قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوتا ہے، عبادت گاہوں

کو مسمار کیا جاتا ہے، خواتین کی بے حرمتی کی جاتی ہے، بچوں کے سر نیزوں پر اچھالے جاتے ہیں، نہ کسی شہری کی عزت محفوظ رہتی ہے، نہ جان ومال، ہوس حکمرانی ہر اخلاقی قدر کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتی ہے۔

یہ اعزاز صرف اور صرف مسلمانوں کو حاصل رہا ہے کہ میدان جنگ میں بھی انہوں نے اخلاقی قدروں کی پاسداری کی اور کسی مفتوحہ علاقے میں داخل ہوتے وقت بھی کسی شیطانی وسوسے کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا کیونکہ ان کے سامنے اپنے آقا ومولا ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہوتا کہ فتح مکہ کے وقت یہاں تک اعلان کر دیا گیا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا اسے بھی امان دی جاتی ہے۔

کفار مکہ سر جھکائے کھڑے تھے، حضور ﷺ چاہتے تو اپنے خون کے پیاسوں کے قتل عام کا حکم دے سکتے تھے، ان کی املاک کو نذر آتش کر سکتے تھے اور وہ سب کچھ کر سکتے تھے جس کی توقع کفار مکہ آپ ﷺ سے کر رہے تھے، لیکن جس پیغمبر اسلام کو کل جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا فتح مبین حاصل ہونے کے بعد ان کا سر اپنے خدا کی بارگاہ میں جھکا ہوا تھا۔ چشم فلک نے عفو و درگزر کی ایسی مثال نہ پہلے دیکھی نہ اس کے بعد، مسلمان فاتحین اپنے آقا ﷺ کے انہی نقوش پا سے روشنی اخذ کرتے اور فتح مکہ کی عظیم روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے اس لیے ان سے اخلاق سے گرے ہوئے طرز عمل کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی۔

خلاصہ کلام

دہشت گردی امن کی ضد ہے۔ جو اسلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ دہشت گردی ایک عفریت ہے جس نے پوری دنیا کو ایک عرصے سے اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ دہشت گردی کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ ہی کوئی ملک اور علاقہ۔ یہ ایک خاص سوچ وفکر اور بعض نامساعد حالات سے جنم لیتی ہے۔ اس کے اسباب ہر طبقہ فکر، ہر مذہب اور ہر ملک میں پائے جا سکتے ہیں۔ اس پر قابو پانے کے لیے اس کے اسباب کا خاتمہ ضروری ہے۔

اسلام ہمیشہ امن کا درس دیتا ہے اور فساد و بدامنی کی ہر سطح پر ممانعت کرتا ہے۔ جان ومال اور عزت و آبرو کے تحفظ میں تمام انسان برابر ہیں، کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کی جان ومال اور عزت کو ناحق پامال کرے۔ ایسا کرنے والے دنیا میں بھی سزا کے مستحق ہیں اور عند اللہ بھی عذاب کے حق دار ہیں۔ اسلام دینِ امن اور رسول مکرم ﷺ پیغمبرِ امن ہیں۔ اسلام ہر سطح پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کی حوصلہ شکنی اور بیخ کنی کرتا ہے اور اس کے خاتمے کے لیے دائمی اُصول عطا کرتا ہے۔

شریعتِ محمدی کی شکل میں عطا کردہ اوامر ونواہی، احکام، قوانین اور جملہ تعلیماتِ اسلام امن ورحمت پر مبنی ہیں اور انسان کی فطری کمزوریوں کے پیش نظر اُسے نہ صرف آسانی اور سہولت دیتی نظر آتی ہیں بلکہ اس کی زندگی سے غیر ضروری بوجھ کو دور بھی کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ سخت سزاؤں پر بھی غور کیا جائے تو وہ بھی انسانی معاشرے کے بگاڑ کو ختم کر کے اس کے سدھار کا سبب اور پرامن سوسائٹی کی نوید سناتی نظر آتی ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک "انسان کو ایک دوسرے پر ظلم سے روکنے کے لئے نظام ریاست کی ضرورت ہے (42)۔"

یعنی یہ ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے کہ ان ذرائع کو دور کیا جائے جو معاشرے میں ظلم کا سبب بنتے ہیں اور افراد کی ضروریات پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مزید ابن خلدون اپنے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

"ریاست کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ اجتماع کے باہمی روابط کو پرامن طریقے سے منظم اور متوازن رکھے خواہ وہ روابط کسی بڑے مقصد کے لئے ہوں یا چھوٹے مقصد کے لئے۔ بلکہ ریاست کا مقصد انسان میں نیکی کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور باہمی روابط اور تعلقات کو نیکی اور انصاف کی بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔ (43)۔"

ابن خلدون کے ان افکار سے واضح ہوا کہ ایک مستحکم، پرامن، عدل وانصاف کے اُصولوں اور معاشی ومعاشرتی مساوات کے نظام پر قائم ریاست ہی دہشت گردی کے ان اسباب پر قابو پا سکتی ہے۔

تجاویز وسفارشات

1۔ اسلام دین امن ورحمت اور حضور نبی اکرم ﷺ پیغمبرِ رحمت ہیں، دین اسلام اور سیرت طیبہ کے امن کے اس پہلو کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

2۔ دہشت گردی امن کی ضد ہے۔ جو اسلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

3۔ دہشت گردی ایک عفریت ہے جس نے پوری دنیا کو ایک عرصے سے اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ دہشت گردی کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ ہی کوئی ملک اور علاقہ۔ یہ ایک خاص سوچ وفکر اور بعض نامساعد حالات سے جنم لیتی ہے۔

4۔ اس کے اسباب ہر طبقہ فکر، ہر مذہب اور ہر ملک میں پائے جاسکتے ہیں۔ اس پر قابو پانے کے لیے اس کے اسباب کا خاتمہ ضروری ہے۔

5۔ دہشت گردی کے انسداد اور قیامِ امن کے لیے سیرت نبوی سے رہنمائی آج کے دور کی ناگزیر ضرورت ہے۔

مصادر و مراجع:

[1] https://www.britannica.com/topic/terrorism, visited on 05-03-2019

[2] https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/terrorism, visited on 05-03-2019

[3] https://www.academia.edu/4231982/What_Makes_Counterterrorism_Successful, visited on 05-03-2019

[4] https://www.jewishvirtuallibrary.org/defining-quot-terrorism-quot, visited on 05-03-2019

[5] ibid

[6] Noam Chomsky, "Terror and just Response" in J-P Sterba(Ed) Terrorism and International justice- Oxford university press, 2003, P-69

[7] B-M Jenkins, Combating international terrorism; The Role Of Congress, Santa Monica, (A;RAND, 1997 P-50)-

[8] James M. Poland, Understanding Terrorism: Groups, Strategies, and Responses (3rd Edition), 1988 (P-50)-

[9] FBI- LEAA National advisory committee on criminal justice standards and Goals, 1976, Disorders and Terrorism- Report of the task on Disorders and Terrorism, Washington Dc: Department of Justice, Birmingham University of Albama at Birmingham 1985, P: 264-265

[10] NATO standardization Agency, NATO Glossary of terms and definations (English and French) AA P-6, 2004, Brussels: NATO, 2004 (Allied Administrative Publications)

(11) ابن همام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي (681ھ)، شرح فتح القدير، (بيروت، لبنان)، 99/6

Ibn Hammam, Kamal al-Din Muhammad ibn Abdul Wahid al-Siyawasi (681 AH), Sharh Fath al-Qadir, (Beirut, Lebanon), 6/99

(12) بيان مكة: 2002-2004ء

Makkah declaration 2002-2004

(13) القرآن، 33:6

Al-Qur'ān, 6: 33

(14) ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله القرطبي (463ھ)، الكافي في فقه أهل المدينة، بيروت، لبنان، دار الكتب العلمية، 1407ھ، 582/1.

Ibn Abd al-Barr, Abu Umar Yusuf ibn Abd Allah al-Qurtubi (463 AH), *al-Kafi fi Fiqh Ahl al-Madina*, Beirut, Lebanon, Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1407 AH, 1/582.

(15) القرآن، 191:2.

Al-Qur'ān, 2: 191

[16]. Daniel L. Gardner, Social injustices are not equal, Published on sept. 25, 2017, https://www.clarionledger.com/story/opinion/columnists/2017/09/25/social-injustices-not-equal/699448001

(17) بیهقي، أبو بكر أحمد بن حسين بن على بن عبد الله بن موسیٰ (١٤١٠ھ/ ١٩٨٩ء). السنن الكبرى- (مدينه منوره، سعودى عرب: مكتبة الدار) 162/8، رقم الحديث: 2790

Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad bin Husayn bin Ali bin Abdullah bin Musa (1410 AH/1989 CE). *Al-Sunan al-Kubra*. (Madinah Munawwarah, Saudi Arabia: Maktabat al-Dar) 8/162, Hadith number: 2790.

(18) القرآن، 19:51

Al-Qur'ān, 51: 19

(19) مسلم، أبو الحسين ابن الحجاج بن مسلم بن ورد القشيری النيسابوری (1412ھ). الصحيح. (بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربی) كتاب اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال، 1354/3، رقم الحديث: 1728

Muslim, Abū al-Ḥusayn ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim ibn Ward al-Qushayrī al-Naysābūrī (1412 H). *Al-Ṣaḥīḥ*. (Beirut, Lebanon: Dār Iḥyā᾽ al-Turāth al-ʿArabī) Kitāb al-Luqṭa, Bāb Isṭihbāb al-Muʾāsāh bi-Fuḍūl al-Māl, 3/1354, Riqm al-Ḥadīth: 1728.

(20) حسین محی الدین، ڈاکٹر، قادری، بچوں کا استحصال (ایک معاشرتی المیہ)، (منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۹ء)، 106-107۔

Hussain Mohiuddin, Doctor, Qadri, *Bachon Ka Istihsal* (A Social Tragedy), (Minhaj-ul-Quran Publications, 2009), 106-107.

(21) بخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيره (١٤٠١ھ)، الجامع الصحيح، (بيروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم) كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 2539/6، رقم الحديث: 6531

Bukhari, Abu Abdullah Muhammad ibn Ismail ibn Ibrahim ibn Mughira (1401 AH), *Al-Jami' Al-Sahih*, (Beirut, Lebanon + Damascus, Sham: Dar Al-Qalam) Kitab Istitabah Al-Murtaddin wal-Mu'anideen wa Qitalihum, Bab Qatl Al-Khawarij wal-Mulhideen Ba'da Iqamat Al-Hujjah 'Alayhim, 6/2539, Hadith Number: 6531.

(22) طاہر القادری، ڈاکٹر، محمد، دہشت گردی اور فتنہ خوارج، منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2010ء، (423-424)

Tahir al-Qadri, Dr. Muhammad, *Dahshat Gardi aur Fitna Khawarij*, Minhaj-ul-Quran Publications, 2010,: 423-424.

(23) طاہر القادری، ڈاکٹر، محمد، فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟، منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2010ء، (15)

Tahir-ul-Qadri, Dr., Muhammad, *Firqah Parasti ka Khatma Kyunqar Mumkin Hai*?, Minhaj-ul-Quran Publications, 2010,: 15

(24) طاہر القادری، ڈاکٹر، محمد، فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟، (76)

Tahir-ul-Qadri, *firqah Parasti ka Khatma Kyunqar Mumkin Hai*?: 76

(25) القرآن، 2:12-13

Al-Qur'ān, 2: 12-13

(26) أيضا، 17:31

Ibid, 17: 31

27 United Kingdom, Prevention of Terrorism Act 1974, quoted in Catherine sector, A report on the operation of the law۔ London۔ National Council for Civil liberties, 1976, P:36

28 Quoted in US office of legal affairs, International instructions related to the prevention and suppression of international terrorism, New York: United Nations, 2001, P 153-154

29 https://www.britannica.com/topic/terrorism, visited on 03-10-2018,

(30) ابن همام، شرح فتح القدير، 99/6

Ibn Hammam, *Sharh Fath al-Qadir*, 6/99

(31) القرآن، 34:16

Al-Qur'ān, 16: 34

(32) القرآن، 21:33

Al-Qur'ān, 21: 33

(33) اقبال کیلانی، (2001)، اسلامی جنگیں، دہشت گردی یا امن عالم کی ضمانت!؟، محدث میگزین، مارچ 2001ء، Retrieved from: https://magazine.mohaddis.com/home/articledetail/1410

Iqbal Kilani, (2001), Islami Jangain, Dehshatgardi ya Aman-e-Aalam ki Zamanat!?, Muhaddith Magazine, March 2001, Retrieved from: https://magazine.mohaddis.com/home/articledetail/1410

(34) منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعالمین، باب غزوات و سرایا، (فیصل آباد، مرکز الحرمین الاسلامی، 2007ء)، 2/462

Manṣūr Pūrī, Qāḍī Sulaymān, *Raḥmatu lil-'Ālamīn*, Bāb Ghazawāt wa Sarāyā, (Faisalābād, Markaz al-Haramain al-Islāmī, 2007), 2/462.

(35) حسن خان، (1904)، اعجاز التنزیل، (آگرہ، انڈیا، مطبع مفید عام)، 461-474

Hasan Khan, (1904), *I'jaz al-Tanzil*, (Agra, India, Matba'a Mufid 'Aam), 461-474.

(36) القرآن، 256:2.

Al-Qur'ān, 2: 256

(37)Armijo, Jackie (2006), Islamic Education in China, Harvard Asia Quarterly 10 (1), archived from the original on 2024-03-02

(38) اعظمی، شیث محمد اسماعیل، (1997)، مغربی افریقہ میں اسلام، (نئی دہلی، لبرٹی آرٹ پریس)، 120-128

Aazmi, Shith Muhammad Ismail, (1997), *Maghribi Afrikah mein Islam*, (Nayi Dilli, Liberty Art Press), 120-128.

(39) فاروقی، عماد الحسن آزاد، (1986)، دنیا کے بڑے مذاہب، (نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، لبرٹی آرٹ پریس)، 365

Farooqi, Imad al-Hassan Azad, (1986), *Duniya ke Bare Mazahib*, (Nai Dilli, Maktabah Jamiah Limited, Liberty Art Press), 365.

(40) الطبری، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد (١٤٠٧هـ). تاريخ الأمم والملوك. (بيروت، لبنان، دار الكتب العلميه). 449-448/2

Al-Tabari, Abu Ja'far Muhammad bin Jarir bin Yazid (1407 AH). *Tareekh al-Umam wal-Muluk* (Beirut, Lebanon: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah), 2/448-449.

(41) ممتاز لیاقت، (1906)، بیت المقدس کی تاریخ، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز)، 62-63

Mumtaz Liaqat, (1906). *Bait-ul-Muqaddas Ki Tareekh* (Lahore: Sang-e-Meel Publications), 62-63.

(42) ابن خلدون، عبد الرحمان، (808ھ)، مقدمہ، مترجم: راغب رحمانی، مولانا، (کراچی، پاکستان، نفیس اکیڈمی، 2001ء)، حصہ اوّل، 312/1

Ibn Khaldun, Abdul Rahman, (808 AH). *Muqaddimah*, translated by Raghib Rahmani, Maulana (Karachi, Pakistan: Nafees Academy, 2001), Part 1, 1/312.

(43) ایضا